اور دوسرے مقرّرین نے اس امر پر زور دیا کہ "پاکستان کی بقاء اور سلامتی کے لیے ضروری ہے کہ یہاں پر بسنے والی تمام اقلیّتوں کے تعلقات اکثریتی مسلمانوں کے ساتھ خوشگوار ہوں اور تمام قومیں جذبۂ حب الوطنی کے ساتھ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، مگر بعض شرپسند عناصر پاکستان کی سب سے بڑی اقلیّت مسیحیوں کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ خراب کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں جس سے دونوں طرف کے دردمند پاکستانیوں کو باخبر رہنا چاہیے۔ ہم سب، پیغمبروں کے ماننے والے اور اُن کی بخشی ہوئی سچائیوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنے والے لوگ ہیں، لہٰذا امن، آشتی اور اخوّت ہی کے مقاصد ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہییں۔" (پندرہ روزہ کاتھولک نقیب، لاہور ـــ ۱۶ تا ۳۰ جون ۱۹۹۴ء)

نعمت احمر کے مقدمۂ قتل کا فیصلہ

۲ جون ۱۹۹۴ء کو جناب فیاض احمد بُھٹہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے نعمت احمر کے قاتل فاروق احمد کو ۱۴ سال قید بامشقت کی سزا کا حکم دیا ہے۔ نعمت احمر ایک ترقی پسند مسیحی اسکول ٹیچر تھے۔ چک نمبر ۲۴۲ -ر- ب دسوہہ کے لوگوں نے جہاں وہ ایک اسکول میں فرائض منصبی ادا کر رہے تھے، محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام کو اس نوعیت کی درخواستیں دی تھی کہ نعمت احمر عقائد اسلام اور اکابر اسلام کے بارے میں اکثر نازیبا ریمارکس دیتا ہے۔ ان شکایات کے نتیجے میں اُن کے خلاف محکمانہ تحقیقات ہو رہی تھیں اور حفظِ امن و امان کے تحت نعمت احمر کا تبادلہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر فیصل آباد کے دفتر میں کر دیا گیا تھا۔

۶ جنوری ۱۹۹۲ء کو ملزم فاروق احمد نے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے دفتر جا کر چھری کے پے در پے وار کر کے نعمت احمر کو قتل کر دیا تھا۔ اس قتل پر جہاں بعض جذباتی افراد نے فاروق احمد کے فعل کی مذمّت نہ کی، وہیں مسیحی برادری نے اس قتل کی آڑ میں "قانونِ توہینِ رسالت" کے خلاف مہم چلائی۔

فاروق احمد کو سزا دیے جانے کی خبر دیتے ہوئے پندرہ روز "کاتھولک نقیب" (لاہور) نے لکھا ہے کہ "اُن (نعمت احمر) کے قتل کی وجہ [یہ تھی کہ وہ] جس گاؤں کے سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے، اُسی گاؤں کا ایک ماسٹر ان کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ ایسا کرنے کے لیے نعمت احمر کے خلاف جھوٹی اشتہاری اور زبانی مہم چلائی کہ نعمت احمر نے اسلام اور حضور کے خلاف باتیں کی ہیں لہٰذا اُنہیں قتل کر دیا گیا۔" (اشاعت، یکم - ۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء)